رسول شاہد و مشہود

(۹)

(از جناب قاری بشیر الدین صاحب پنڈت ایم، اے)

الغرض خدائے عزّوجل کی قدرتیں اور اس کی حکمتیں اتنی بے شمار و لاتعداد ہیں کہ کسی کی یہ طاقت نہیں کہ اس کے تکوینی امور کی کنہ کو پا سکے۔ اس کی ذات تو ورار الورار ہے تو پھر اس کی لامحدود مخلوق کا انسانی عقلیں جو کہ محدود دائرہ میں مقید ہیں کیسے انتہا کو پا سکتی ہیں؟ اس مضمون کو شری گورو جی نے کتنے سنہرے الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

انت نہ جاپئے کیتا آکار　　انت نہ جاپے پارا وار

(جپ جی بانی صث)

یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کی قدرتوں کے آر پار کا احاطہ کون کر سکتا ہے؟ بہرحال مذکورۂ بالا اقتباسات سے پتہ چلتا ہے کہ گرونانک جی مہاراج اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلدادہ پرستار اور پرچارک تھے۔ ایسے خدا پر ایمان لانے کے بعد سکھ دھرم اور اسلام دونوں کسی فرد کو یہ اجازت نہیں دیتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات کے علاوہ کسی دیگر مخلوق کی پرستش کرنے میں اپنا وقت ضائع کرے۔ گرو جی مہاراج کا فرمان ہے کہ:

کوئی پوجے چندر سوریہ کوئی دھرتی اکاس مناوے
پھوکٹ دھرمی بھرم بھلاوے

(وار محلہ ۱ پوڑی ۱۸)

یعنی جو لوگ چاند اور سورج کی پرستش کرتے ہیں یا زمین و آسمان کے پجاری ہیں وہ بیکار اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔ گرو جی کا یہ فرمان قرآن پاک کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:
"ومن آیاتہ اللیل والنہار والشمس والقمر۔ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون ط (پارہ ، رکوع) یعنی اس کے نشانوں میں رات بھی ہے اور دن بھی۔ سورج بھی ہے اور چاند بھی۔ تم نہ سورج کی پرستش کرو اور نہ چاند کی پوجا کرو بلکہ خدائے واحد ہی کی پرستش کرتے رہو جس نے ان دونوں کو پیدا کیا ہے اگر تم سچے موحد ہو" مختصراً یہ ہے خلاصہ گرو جی کی بنیادی تعلیم کے پہلے اصول "نام" کا جو بعینہٖ عکس ہے اسلامی تعلیمات کا۔

دان

(۲) شری گورو نانک جی مہاراج کی بنیادی تعلیم کا دوسرا اصول ہے "دان" جس کو آپ نے زکوٰۃ کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔ "دان" یا "زکوٰۃ" دونوں کا مقصد ایک ہے یعنی غریبوں، محتاجوں، مسکینوں، مسافروں، اپاہجوں اور بیواؤں کی دیکھ بھال۔ گرو جی کے نزدیک ہر ایک انسان جو کچھ کماتا ہے یا جو بھی اسے اللہ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے اس میں غریب انسانوں بلکہ جانوروں کا بھی حصہ ہے جو لوگ اپنی ساری کمائی خود ہی کھاتے ہیں اور اپنا ہی پیٹ بڑھاتے ہیں وہ لعنت کے حقدار ہیں فرماتے ہیں:

(ا) پھٹ اُو یہا جیوِیَہ جیت کھائے وَدھایا پیٹ (وار سوہی۔ سلوک محلہ ا صفحہ ۷۹۰)

(ب) لام لعنت برسے تِنہاں جو زکواۃ نہ کڈھدے مال (جنم ساکھی بھائی منی سنگھ صفحہ ۱)

گرو جی نے لوگوں کو بتایا کہ انسانی زندگی کا مقصد محض کھانا اور کمانا ہی نہیں ہے بلکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ جو لوگ محنت کی کمائی میں سے اللہ تعالیٰ کے نام پر غریبوں اور مسکینوں وغیرہ پر خرچ کر کے حقوق العباد ادا کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے راستہ کو شناخت کر سکتے ہیں اور وہی اس کی بخششوں کے وارث ہوتے ہیں۔
ارشاد گرامی ملاحظہ ہو:

(ا) گھال کھائے کچھ ہتھوں دے + نانک راہ پہچانڑ ہی سے (وار سارنگ سلوک محلہ ا صفحہ ۱۲۴۵)

(۲) جتھے پنج سنبھالئے تتھے ندر (نذر) تری بخشیش (سری راگ محلہ ا صفحہ ۱۵)

اِس کے برخلاف جو لوگ غریبوں، مسکینوں، حاجتمندوں اور مسافروں وغیرہ کا حصہ ادا نہیں کرتے وہ مُردہ خور ہیں۔ غریبوں کا حصہ تلف کرنا اللہ اور اس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں۔ قیامت میں وہ شفاعت سے محروم رہیں گے کیونکہ وہ مُردہ خور ہیں۔ فرماتے ہیں:

ع حق پرایا نانکا اس سُور اس گا ئے
گور پیر حامد تاں بھرے جاں مردار نہ کھائے
گلیں بہشت نہ پائیے چھوٹے سچ کمائے

(وار ماجھ سلوک محلہ ا صفحہ ۱۴۱)

اس بانی کا دوسرا پد اس طرح بھی ہے:

"محمد حامد تاں بھرے جاں مردار نہ کھائے"

(ملاحظہ ہو جنم ساکھی از سوڈھی میریاں)

یہ جنم ساکھی خالصہ کالج امرت سر سے شائع ہوئی ہے۔ مذکورہ بالا بانی کی تشریح قاضی کو مخاطب کرتے ہوئے اس طرح کی ہے:

"ہے قاضی! مناہی کس کا ناؤں ہے؟ جے خدائے کی کلام ہے، سے حضرت رسول کہی ہے.... جے پرایا حق ہے سو بھی خدائے اور حضرت منع کیا ہے کر جے مسلمان ہوئے کے پرایا حق کھائے گا سے مُردار کھائے گا، پرایا حق نہیں کھانڑا۔ حدیث حضرت وِچ لکھیا ہے..... اے قاضی! محمدؐ کس دی حامی بھرے گا، جے ایہہ مردار نہ کھائے گا حق پرایا، تس ہی کو کہے گا ایہہ میرا ہے اور میرے دین وِچ آیا ہے اس کو بخشئے جی۔ پر جی یہ پرایا حق کھایا ہے ایہہ بھی مردار ہے تناں دی محمدؐ حامی نہ بھرے گا۔"

(جنم ساکھی گرو نانک جی صفحہ ۹۵؛ بدرصحۂ)

سکھ بھائیوں کی دوسری کتب میں اپنی کمائی کا دسواں حصہ لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور اس کے لئے "دسوندھ" کی اصطلاح مقرر کی ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:

ے دس نکھو (ننہوں) جو کار کماوے تان کر جو دھن گھر میں پاوے
اس نے گورو "دسوندھ" جو دیئی سنگھ سُوجس وِہ جگ میں لیئی

(خالصہ ریت پرکاش ص۱۵)

یعنی گرو جی کا پیرو سکھ اپنی محنت کے نفع میں سے دسواں حصہ گرو کے لئے وقف کر دے اس طرح جو "گورو دسوندھ" دے گا وہ اس دنیا میں شہرت کمائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت بھی کی ہے کہ دان دینا اور یہ خواہش کرنا کہ لوگ اس کی تعریف کریں ایک فعل عبث ہے۔ ریاکاری کا پن دان کرنے سے اور تیرتھوں پر اشنان کرنے سے کوئی شخص حقیقی پاکیزگی اور اللہ کی محبت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ ارشاد ہے:

ے ہر پریت پیارے شبد وچارے تس ہی کا سو ہووے
پن دان انیک نہاون تد کیوں انتر مل دھووے

(گوڑی محلہ ا ص۲۴۳؛ بدر ص۷ نومبر ۱۹۶۹ء)

حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے گرو نانک جی مہاراج نے "لنگر کی رسم" جاری کرنے کا اپدیش دیا تاکہ اس کے ذریعہ غریبوں، مسکینوں، اپاہجوں اور یتیموں وغیرہ کو مفت کھانا کھلایا جا سکے اور اس کھانے میں ملک و ملت اور مذہب و قوم کی کوئی تفریق نہ کی جاوے۔ تفصیل کے لئے گورو پرتاپ سورج گرنتھ راس ع۹، انسو ع۴ ملاحظہ فرمائیں۔

گورو نانک جی کی زندگی کا مندرجہ ذیل واقعہ اس امر کا شاہد ہے کہ آپ کے دل میں نسلِ انسانی کا ہی نہیں بلکہ بے زبان جانوروں کا بھی بہت درد تھا اور ان کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ "ایک مرتبہ داؤد نام کے ایک جولاہے نے گورو جی کے لئے

خوبصورت غالیچہ تیار کیا اور گروجی سے عرض کیا کہ وہ اس غالیچہ کو بچھا کر اس پر تشریف رکھا کریں۔ گوروجی نے فرمایا کہ ہمارے لئے ہمارے رب العزت نے زمین کا ایسا غالیچہ بچھایا ہے جو کبھی پرانا نہیں ہوتا۔" جنم ساکھی میں اس کے آگے مرقوم ہے کہ" قریب ہی ایک کتیا نے بچے دئے ہوئے تھے جو سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔ گوروجی نے فرمایا اے داؤد یہ غالیچہ اس کتیا پر ڈال دو اور اسے چوری بھی کھلایا کرو۔" (جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۸۹-۵۸۸)

اس واقعہ سے واضح ہے کہ گروجی کے پاک دل میں جانوروں کے لئے بھی کتنی محبت تھی اور وہ ان کے دکھ کو بھی اپنا دکھ تصور کرتے تھے۔ یہی حقوق العباد کی بہترین تصویر ہے کہ خدائے تعالیٰ کی مخلوق کا خیال رکھا جائے۔

(۳) اشنان: گروجی مہاراج کی تعلیم کا تیسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان کو اپنے جسم وجان کے حقوق کی ادائیگی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ اسے رہبانیت پسند نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اسی دنیا میں دنیا والوں کے ساتھ رہ کر پاکیزہ زندگی بسر کرنا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر ممکن ہے ورنہ شتر بے مہار کی طرح زندگی بسر کرنا اپنے جسم و جان کے حقوق کو تلف کرنا ہے۔ گروجی نے اپنی تعلیم کے اس اصول کا نام "اشنان" رکھا ہے۔ جس طرح اشنان کرنے سے جسم کی ظاہرہ گندگی وغلاظت دور ہو جاتی ہے اسی طرح اس "اشنان" سے یعنی اپنے جسم وجان کے حقوق کو اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ سے ادا کرنے پر انسان ہر قسم کی جسمانی و روحانی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے جیسا کہ گروجی نے فرمایا ہے:

ع کر اشنان سمر پربھ اپنا، من تن بھئے ارو گا (سورٹھ محلہ ۵ صفحہ ۶۱۱)

اس جگہ لفظ "اشنان" کو اس کے محدود معنی کے بجائے گوروجی کے اصطلاحی معنی میں سمجھنے کی طرف دھیان دیجئے جیسا کہ ارشاد ہے:

ے سوُچے ایہہ نہ آکھیئیں بہیں جے پنڈا دھوئیے (بہیں بمعنی بیٹھنا)
سوُچے سیئی نانکا جن من وسیا سوئیے (وار آسا سلوک محلہ ا صفحہ ۴۷۲)

یعنی ؎ جسم کو مَل مَل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
دل کو جو دھو دے وہی ہے پاک نزد کردگار

دل کا دھونا یوں ہے کہ انسان اپنی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدُود کے اندر رہ کر صرف اسی کے احکام پر عمل کرے۔ اس سلسلہ میں شری گورو جی نے کھانا و خوراک، پوشش و لباس، آنکھ، کان، ناک، زبان، ہاتھ پیر وغیرہ کے استعمال کے متعلق جو ہدایات دی ہیں وہ سب کی سب وہی ہیں جو قرآن پاک میں درج ہیں۔ مثلاً آنکھ کا انسان پر یہ حق ہے کہ غیر محرم کی طرف نہ دیکھے۔ غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنے کو آنکھوں کی غلاظت بتایا ہے۔ گرو جی نے بھی یہی ہدایت کی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ:

؎ آکھی (آنکھیں) سوتک (ناپاک) ویکھناں پر تریہ پر دھن روپ
(وار آسا سلوک محلہ ۱ صـ ۴۷۲)

زبان اور کان وغیرہ کی غلاظت کے متعلق فرمایا ہے: ؏

(۱) مَن کا سوتک لوبھ ہے، جِہوا (زبان) سوتک کوڑ جھوٹ بولنا
(۲) کنّی (کان) سوتک کنّ (کان) پَے لائے تبّاری (غیبت) کھائیں۔

یعنی حرص و آز سے انسان کا دل اور جھوٹ بولنے سے زبان گندہ ہوتی ہے۔ کان ناپاک ہوتے ہیں غیبت کی باتوں پر کان لگانے سے۔ گرو جی کی اس تعلیم سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو اعضاء آنکھ، کان، زبان وغیرہ دئے ہیں ان کا غلط استعمال نہ کیا جائے۔ ایسا کرنا جسم و جان کے حقوق کو تلف کرنا ہے چنانچہ آپ نے ایسی غذا و خوراک کے استعمال کی ممانعت کی ہے جو انسان کے اعضاء پر بُرا اثر ڈالتی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں کہ:

؏ بِکھ کھانا، بِکھ بولنا، بِکھ کی کار کمائے (پربھاتی محلہ ۱ صـ ۱۳۳۱)

یعنی جو لوگ زہر کھائیں گے اس کا اثر ان کے کلام اور اعمال پر لازمی ہوگا۔ ان کی زبان

بھی زہریلی ہوگی اور عمل بھی زہریلے۔ لہٰذا ایسی خوراک اور پوشاک بھی استعمال نہ کی جائے جو اس کو جسمانی یا روحانی بیماریوں میں مبتلا کرنے والی ہو۔

المختصر انسان کی دینی و دنیوی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے شری گورو جی مہاراج نے جو اصول بتائے ہیں وہ سب قرآنی اصول ہیں۔ ہمارے سکھ دوستوں کو سنجیدگی کے ساتھ اس پر وچار کرنا چاہیئے۔

یوم آخرت

اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ اور دینی مسلکوں کے برخلاف گورونانک جی نے اس بات کی بھی تلقین کی ہے کہ انسان کہیں غلطی سے یہ نہ سمجھ لے کہ اسے اپنی زندگی اسی دنیا میں گذارنا ہے یہ زندگی تو چند روزہ ہے۔ حیاتِ جاودانی تو مرنے کے بعد شروع ہوگی اور اس چند روزہ زندگی کے اعمال کا حساب یوم آخرت میں اپنے مالک و مولیٰ کو دینا ہوگا۔ گرونانک جی نے اس اسلامی عقیدہ کو اپنی پاکیزہ زبان سے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:

سبھناں کا در لیکھا ہوئے کرنی باجھوں ترے نہ کوئے

(بحوالہ بدر ص۱۴ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۶۹ء)

یعنی ہر شخص سے اس کے اعمال صالحہ کا حساب لیا جائے گا اور بغیر اعمال صالحہ کوئی بھی نجات نہ پا سکے گا۔

الغرض شری گورونانک جی نے اپنے مقدس کلام میں یہ تعلیم نہایت کھلے اور واضح طور پر بیان کی ہے کہ ہر شخص کو اپنی زندگی با مقصد اور کامیاب بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ نام، دان اور اشنان کی طرف کماحقہ توجہ دے۔ اس کے بغیر کسی شخص کا نجات پانا اور واصل الی اللہ ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ ایک امر محال ہے۔

بزرگانِ دین اور مشائخ طریقت نے وصالِ خداوندی کے لئے پانچ منزلیں بیان کی ہیں۔ گرو جی نے بھی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے ان کو ضروری قرار دیا ہے۔ وہ منزلیں

یہ ہیں:

(۱) دھرم کھنڈ یعنی اللہ و رسول (محمد ﷺ) کا کلمہ پڑھ لینے کے بعد زندگی احکام خداوندی کے تحت گذارنا۔

(۲) گیان کھنڈ یعنی عرفان حاصل کرنے کی منزل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یہ عارفین کی منزل ہے۔

(۳) سرم کھنڈ یعنی کثرت عبادت و ریاضت کے ذریعہ راہِ مولیٰ طے کرنے کی جدوجہد۔ یہ سالکین کا درجہ ہے۔

(۴) کرم کھنڈ یعنی بفضل ایزدی اعمال صالحہ کا خوگر بن جانا۔ یہ ابرار و صالحین کی منزل ہے۔

(۵) سچ کھنڈ یعنی واصل الی اللہ ہونا۔ یہ صدق و صفا کی منزل ہے۔ یہ صدیقین کا مرتبہ ہے جو ہر وقت وصال خداوندی سے سرفراز اور بارگاہِ خداوندی میں باریاب ہوتے ہیں ان کی تمام تر توجہ اللہ کی طرف ہوتی ہے۔ یہ انسانیت کا سب سے بلند درجہ ہے جہاں "حسنات الابرار سیئات المقربین" بن جاتے ہیں۔ تو پھر اس منزل پر پہونچکر مقربین و صدیقین کا مرتبہ اللہ کے نزدیک کتنا ارفع و اعلیٰ ہوگا یہ وہی بہتر جانتا ہے۔ آخر میں گرو نانک جی نے زندگی کے اصل مقاصد پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے حصول کے ذرائع بتائے ہیں جو سب اسلامی معیار کے مطابق ہیں۔ فرماتے ہیں کہ زندگی کو باکار بنانے کے لئے ضروری ہے کہ:

(۱) تقویٰ حاصل کرے اور اس پر استقلال سے کام لے۔ غور و فکر کی عادت ڈالے۔

(۲) عقل سے کام لے اور روحانیت کو سمجھنے کی کوشش کرکے عرفانِ حق حاصل کرے۔

(۳) زہد و ریاضت میں سرگرم رہے اور راہِ مولیٰ طے کرنے کی جدوجہد برابر جاری رکھے۔

(۴) خالق اور اس کی مخلوق سے محبت رکھے اور صالح اعمال کے ذریعہ اس کا عملاً ثبوت دے۔

(۵) خدائے تعالیٰ کے سچے نام کا ورد رکھے یہاں تک کہ "من تو شدم تو من شدی" کا مصداق بن جائے۔ یاد رکھو بطور ایک ٹکسال کے ہے جس میں تو خدا کے پاک نام کی مہریں بنا سکتا ہے۔

تو یہ مہریں بنالے ورنہ تجھے خالی ہاتھ لوٹنا پڑے گا اور تیری زندگی اکارت جائے گی کیونکہ قیامت کے دن تجھے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اس لئے :

(۱) بھٹی لے کر تقوی کی تو استقلال سنار بنا
(۲) عقل کو اپنی لیکر آیرن گیان کا تو اوزار بنا
(۳) کھال خدا کے نام کی لیکر تپ کا تاؤ تپاتا جا
(۴) پریم کٹھالی رکھ کر من کی آگ ذرا بھڑکاتا جا
(۵) لافانی ہے اصل حقیقت اس کو لیکر ڈھال یہاں
(۶) گڑھ لے سچے نام کی مہریں رکھ سچی ٹکسال یہاں

(جپ جی بانی صٹ پوڑی ۳۷)

شری گورونانک جی کی تعلیم کا جائزہ اسلامی نقطہ نظر سے شری ست نانک جی کی بنیادی تعلیم پر اگر آپ سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں تو وہ ازاول تا آخر اسلامی رنگ میں رنگی ہوئی ہے ۔ گرو جی جو بلا شک وشبہ عارف باللہ تھے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ اگر دنیا میں واقعی ہم آہنگی و یکجہتی کو پروان چڑھانا ہے اور بنی نوع انسان کو باہمی پریم و محبت کا درس دینا ہے تو پھر یہ اشد ضروری ہے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر یقین کرکے انھیں عملی جامہ پہنایا جائے اور اس طرح عالم انسانیت کو جو رنگ ونسل اور قوم ومذہب کے غلط تصورات کے باعث تین تیرہ ہے ایک مرکز پر جمع کرکے انسان کو بین الاقوامی انسان (یعنی مسلم) بننے کی دعوت دی جائے ۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جو تعلیم گورو جی مہاراج نے دی ہے وہ یقیناً اسلامی ہے جیسا کہ سطور ذیل سے ظاہر ہے ۔

توحید و رسالت پر ایمان لانا گرو گرنتھ صاحب کا پہلا اشلوک (شعر) ہے :

اول نام خدا دا، دوجا نام رسول
تیجا نام پڑھ لے نانکا درگاہ پؤے قبول

اس شعر میں کلمۂ اسلام یعنی توحید و رسالت کا اقرار ہے اسی پر انسان کی نجات اور بارگاہِ خداوندی میں قبولیت موقوف ہے اور اس کے اقرار کے بعد آدمی اسلام میں داخل ہوجاتا ہے۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو نانک جی کے مسلمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ وہ روحانی طور پر بابا فرید گنج شکرؒ کے خلیفہ ہیں اور بابا صاحب کی خانقاہ عالیہ کے سجادہ نشین شیخ ابراہیم (فرید ثانی) سے فیض پایا ہے (ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید ص۲۳۲ تا ص۲۳۸) اور ان کے ساتھ دس برس تک رہ کر لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی ہے (بحوالہ اخبار موجی ۱۸ر جنوری ۱۹۳۹ء) حضرت بابا فرید ثانی محمد ابراہیم کے گرو گرنتھ صاحب میں ۱۱۲ اشلوک اور چار شبد شامل ہیں۔ (The Big Five of India in Sufism PP 91 By Mirza waheed uddin Beg ملاحظہ ہو) گرو جی مہاراج کی پوتر بانیوں میں قرآنی تعلیمات کو دیکھ کر آپ کے موحد ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں مثلاً آپ کا یہ ارشاد

(ا) ایکو سمرد نا لکا جو جل تھل رہیا سمائے   دوجا کاہے سمریئے جو جمے تے مرجائے

(گرنتھ صاحب محلہ ا)

(ب) اول اللہ نور اُپایا قدرت کے سب بندے   ایک نور تے سب جگ اُپجیا کون بھلے کو مندے

(گرنتھ صاحب محلا۔ کبیر داس)

(ج) جانت پانت نہ پوچھے کوئی   ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

(ایضاً ایضاً)

اقرار رسالت اسی وحدانیت کے نتیجہ میں آپ کو مساواتِ انسانی نظر آئی جو اسلامی تعلیمات کا طرۂ امتیاز ہے۔ آپ کی سیرت میں ہم کو یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ توحید کے اقرار کے ساتھ ساتھ آپ کا رسالت پر بھی ایمان تھا اور آپ عشق محمدیؐ سے سرشار تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

(ا) صِق صلوٰۃ محمدی نکھ تیں آکھو نت

(ب) آں محمدؐ من تو کتیباں چار
من خدائے رسول نوں سچا لے دربار
{بحوالہ جنم ساکھی سری گوبند سنگھ سبھا ص۲۴۷
اخبار بدر قادیان ص۱۴۱۔ ۲۰ نومبر ۱۹۶۹ء}

(ج) پیر پیغمبر سالک صادق شہدے اور شہید
شیخ مشائخ قاضی ملّاں در درویش رشید
برکت تن کو اگلی پڑھدے رہن درود
(گرو گرنتھ صاحب)

(د) ڈٹھا نور محمدیؐ ڈٹھا نبی رسول
نانک قدرت دیکھکر کھوئی سب بھول
(جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۴۱؛ بدر ایضاً)

ان شبدوں سے ظاہر ہے کہ گرونانک جی سرکار دوعالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت رکھتے تھے اور درود شریف پڑھنا یعنی آپ پر صلوٰۃ وسلام کے پھول نچھاور کرنا روحانی برکات کا موجب سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے نزدیک درود شریف کو تمام دوسرے ذکر واذکار پر فضیلت حاصل ہے۔ گرو جی بھی یہی سمجھتے ہیں اس لئے آپ کے نزدیک حقیقی مرشد نبی کریمؐ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

یوم آخرت پر ایمان

یہ بتایا جا چکا ہے کہ شری گورونانک جی کا یوم آخرت پر ایمان تھا اور وہ قرآن کی صداقت وحقانیت پر یقین رکھتے تھے اور اس کو خدا کا آخری کلام سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

(۱) کل پردھان کتیب قرآن پوتھی پنڈت پڑھے پوران!
(گرو گرنتھ صاحب محلہ ۱)

یعنی کلجگ میں کام کرنے والی پردھان (خاص الخاص) کتاب صرف قرآن ہے یعنی قرآن کے علاوہ سب پوتھیاں اور پوران منسوخ ہو چکے ہیں لیکن پنڈت لوگ ابھی تک انھیں کا پاٹھ کر رہے ہیں یہ کتنے تعجب کی بات ہے۔

اسی طرح:

(۲) کل میں وید اتھربن ہوآ، نام خدائے اَللہ بھیا

نیل بستر لے کپڑے پہرے ترک پٹھاڑیں عمل کیا

(آسا وار محلہ ۱، اشلوک ۱۴)

یعنی کلجگ میں وید اتھربن (یعنی قرآن پاک) اللہ تعالیٰ کی منظور شدہ کتاب ہے جو خدائے تعالیٰ کے نام سے بیان کر رہی ہے اور جس پر نیلے رنگ کے کپڑے پہننے والے ترک اور پٹھان عمل کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ گورو جی کے زمانہ میں نیلا لباس پہننے والے ترک اور پٹھان مسلمان تھے جو قرآن پر عمل کر رہے تھے۔ جنم ساکھی بھائی بالی میں گرو نانک جی نے قرآن مجید ہی کو اتھر وید بتایا ہے۔ (ملاحظہ ہو بابا نانک شاہ صد ۲۹ مولفہ مولانا احتشام الحسن) اور اسی کے احکام پر عمل کرنے کو ذریعۂ نجات تسلیم کیا ہے بشرطیکہ رسمی اسلام اور رسمی مسلمان کے بجائے حقیقی اسلام کو اپنا کر حقیقی مسلمان بننے کی کوشش کی جائے۔ سچے مسلمان کی پہچان گرو جی کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

(۱) مسلمان کہا ونڑ مشکل	جاں ہوئے تاں مسلمان کہاوے
(۲) اَوّل اَوّل دین کر مِٹھا	مسکل مانا (معنی) مال مُساوے
(۳) ہوئے مسلم دین مُہانے	مرن جیون کا بھرم چُکاوے
(۴) رب کی رضائے مَن سر اُوپَر	کرتا مَن آپ گنوَ اوے
(۵) تَو نانک سرب جیاں میں رحمت	ہوئے تاں مسلمان کہاوے

(وار ماجھ شلوک محلہ ۱ صد ۱۴۱)

مطلب یہ ہے کہ سچا مسلمان کہلانا بہت مشکل ہے لیکن جہاں تک ہو سکے مسلمان بننے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور اپنے کو مسلمان کہنا چاہیئے کیونکہ مسلمان سب سے پہلے اولیاء اللہ کے دین کو میٹھا جانتا ہے، اس کا ایمان بالفاظ دیگر برخلاف اور مذاہب کے دنیا کے تمام انبیاء کرام پر ہے اور سب کی عزت کرتا ہے۔ وہ اپنی محنت کی کمائی کو اللہ کی راہ میں لٹا دیتا ہے صدقہ و زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور مسلم بن کر غریبوں اور مظلوموں کے لئے ناخدا بن جاتا ہے اور موت و حیات کے بھرم سے بالکل بے نیاز ہو جاتا ہے یعنی نہ اسے زندگی کی خواہش رہتی ہے اور نہ موت کا خوف ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے اور اسی کو اپنا خالق و مالک یقین کرتا ہے[۱]۔ اور اے نانک باقی تمام مخلوق سے محبت آمیز ہمدردانہ سلوک کرتا ہے۔ یہ باتیں جس میں پائی جاتی ہیں وہی پکا و سچا مسلمان ہے۔ سچا مسلمان بننے کے سادھن گرو جی بیان کرتے ہیں کہ :

(۱) مہر مسیت صدق مصلےٰ حق حلال قرآن
(۲) شرم سنت شیل روزہ ہُوَ ہُوَ مسلمان
(۳) کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نماج
(۴) تسبیح سا، تس بھاوسی نانک رکھے لاج

(وار ماجھ سلوک محلہ ا صـ۱۴۱)

یعنی مسجد انسان کو مہر و محبت کا سبق دیتی ہے اور مصلیٰ صدق کی تلقین کرتا ہے اور حلال و حرام کی نشاندہی قرآن پاک کرتا ہے۔ نبی کریمؐ کی سنت پر عمل کرنے سے شرم و حیا پیدا ہوتی ہے اور نفس کی شیطنت سے محفوظ رہتا ہے۔ روزہ صبر و شکر کا سبق دیتا ہے۔ ان باتوں کو ذہن نشین کر کے سچے مسلمان ہو جاؤ۔ کعبہ شریف نیک اعمال کی طرف کھینچتا ہے اور پیر سچائی

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں "صدق جدید۔ لکھنؤ" کے نسخے برائے سال ۱۹۷۱ و ۱۹۷۲ء بعنوان "سچی باتیں" بسلسلۂ احادیث شوق وطن مرتبہ مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی

کی راہ دکھاتا ہے۔ کلمہ اور نماز پڑھنے سے اچھے اعمال کی توفیق ہوتی ہے۔ اے نانک تسبیح انھیں لوگوں کے لئے مفید ہے جن کی عزت کا خدا ضامن ہے۔ اس کے بعد متنبہ کرتے ہوئے گرو جی فرماتے ہیں: ؎

(۱) مت جان سہے گلیں پایا   مال کے مانے (ابھمان گھمنڈ) روپ کی سوبھا
اِت بِدھی جنم گنوایا

(سری راگ محلہ ا ص۲۴)

یعنی یہ مت خیال کرو کہ صرف باتیں کرنے ہی سے انسان اللہ تعالیٰ کو پاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی دولت اور جوبن کے نشہ میں مست ہو ہو کر وقت گزارے گا تو وہ یاد رکھے کہ اس طرح کی زندگی رائیگاں جائے گی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سمجھ لے کہ: ؎

(۲) خصم کی دَرے پسندے   جنّی کر ایک دھیایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی   ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پہ چلنا   مال دھن کت کو سنجیائی

(سری راگ محلہ ا ص۲۴)

یعنی خدا کی راہ میں وہی مقبول ہے جو صرف خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے (اور شرک سے بچا ہوا ہے) اور اس نے پانچ کو اپنا ساتھی بنا رکھا ہے یعنی کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جو نفس کے شیطانی فریبوں سے بچا ہوا ہے۔ نانک جی کہتے ہیں کہ یہ دولت جمع کرنے کی چیز ہے اس کو جمع کرو۔ مال دھن کس کو راس آیا ہے۔ ایک دن تم کو دنیا سے کوچ کرنا ہے اور سب کچھ چھوڑ کر واپس لوٹنا ہے۔ صرف نیک اعمال کا خزانہ تمھارے ساتھ جائے گا۔

خلاصہ

بہرحال مختصراً عرض یہ ہے کہ جو شخص بھی قرآن مجید اور گورو گرنتھ صاحب پر نظر رکھتا ہے اور تقابلی مطالعہ کرتا ہے وہ اس امر سے کسی حال میں انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کریم کی بیشتر تعلیمات گورو گرنتھ صاحب میں موجود ہیں جو سکھ مذہب کا لازمی جز ہیں۔ اب اِن

پر عمل کرنا اور ان کو عام کرنا سکھ وِدوانوں کا کام ہے۔ جہاں انھیں گوردواروں کی عظمت قائم رکھنا ہے وہاں مسجدوں کی عظمت کو بھی بڑھانا ہے۔ اور جہاں انھیں گورو گرنتھ صاحب کا ادب واحترام کرنا ہے وہاں قرآن مجید کا ادب واحترام بھی ملحوظ رکھنا ہے۔ گرونانک جی کی گوردیا ایک مل جل تربیت گاہ تھی جہاں مشرکانہ اور راہبانہ رسوم کی اصلاح ہوتی تھی اور خدا پرستی کی دعوت دی جاتی تھی۔ آپ نے ہندومت کی اصلاح کر کے اسلام کے قریب کر دیا اور ملک کو ہم آہنگی ویکجہتی کا سبق سکھایا۔ یہ ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اس کا اندازہ "جپ جی بانی" سے ہو سکتا ہے جس کو ہمارے سکھ بھائی روزانہ بطور مناجات وعبادت پڑھتے ہیں اور اس کے ورد کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں۔ شری گوروجی مہاراج "آئی پنتھی" جوگیوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ کانوں میں مندرے ڈالنے، کندھے پر جھولی لٹکانے، بدن پر راکھ بھبھوت ملنے، چولہ پہننے اور آئی پنتھی کہلانے سے اس وقت تک کام نہیں چلے گا۔ جب تک کہ زہد وریاضت، صبر وشکر، اصلاح نفس کے لئے گیان دھیان اور مخلوق کے لئے دَیا ورحم حاصل کر کے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا نہ کیا جاوے کہ جو سب ناتھوں کا ناتھ ہے۔ اگر جوگی بننا ہے تو اس طرح بنو۔ سب فرقوں کو ایک سمجھنا ہی تو "آئی پنتھی ریت" ہے۔ گروجی کے شبدوں میں:

"مُندا سنتوکھ شرم پت جھولی، دھیان کی کرہیں بھبوت۔
کِھنتا کال کُواری کایاں۔ جُگت، ڈنڈا پرتیت۔
"آئی پنتھی" سگل جَماتی، مَن جیتے جگ جیت
آدیش تِسے آدیش، آدِ انیر انادِ انا ہت
جُگ جُگ ایکو دِیس (۲۹)"

(گرو گرنتھ صاحب ص۶، جپ جی بانی پوڑی ۲۸)

اسی کو دوسری طرح سے یوں نظم کیا گیا ہے:

(۱) مُندرے شرم قناعت کے ہوں تپسیا تیری جھولی ہو

(۲) راکھ بھبوت کے بدلے تن پر	دھیان کی خاکی جھولی ہو
(۳) گیان کو اپنے بھوجن کریئے	رحم ترا بھنڈاری ہو
(۴) ہر من کو جو ناؤں بھجے	وہ ناؤں تری کلکاری ہو
(۵) ناتھ ہیں سب ناتھ میں جس کی	ناتھ وہی ہو ناتھ ترا
(۶) دولت، زور، کرامت اُن کے	ساتھی ہیں کیا ساتھ ترا
(۷) سب فرقوں کو ایک سمجھ لے	آئی پنتھی ریت ہے یہ
(۸) من کو تو نے جیت لیا	تو سارے جگ کی جیت ہے یہ

(بحوالہ بابا نانک شاہ ص ۲۶-۲۵)

شری گورو نانک جی نے نورِ ایمانی اور بصیرت عملی سے اس بات کو خوب سمجھ لیا تھا کہ رُوحانی جذب و کشش اور رجا و بیانی سے جذبات کو ابھار کر کام تو لیا جا سکتا ہے لیکن نتیجہ پائیدار نہیں ہو سکتا جب تک کہ صحیح علم پر صحیح عمل کی بنیاد قائم نہ کی جائے یعنی صحیح نتائج اسی وقت راسخ ہوں گے جب صحیح علم پر صحیح عمل کی بنیادیں قائم ہوں گی اس لئے اعمال صالحہ سے ایمان صحیح یعنی عقیدہ کا درجہ مقدم ہے۔ بالفاظ دیگر اگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت[۲۲] پر اعتقادِ کامل ہے

---

۲۲ ربوبیت: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم و کرم کی بارش کرتا ہے۔ انھیں پالتا پوستا ہے۔ وہ کسی جماعت کا مخصوص خدا نہیں جیسا کہ ہمارے یہودی اور آریہ بھائیوں کا خیال ہے۔ وہ رب العالمین ہے اور خود وید مقدس: नम्‍र है अमान (رگوید منڈل ۳، سوکت ۴۳ منترا) بتا کر شہادت دیتا ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم ہے اسی لئے اس نے اپنے بندوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے وقتاً فوقتاً ہر ملک میں، ہر نازک زمانہ میں اپنے برگزیدہ بندوں کو جنھیں ہم رشی منی یا رسول و نبی کہتے ہیں مبعوث فرمایا ہے تاکہ وہ لوگوں کو قعرِ مذلت سے نکالیں بلاشبہ یہ تمام انبیاء کرام اور رشی و منی واجب الاحترام ہیں۔ انھوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی جماعتوں کے اندر اپنے زمانہ کے مناسب حال اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کا بلند ترین نمونہ پیش کیا ہے۔

تو اس کے فرستادہ تمام انبیاء کرام پر بھی اعتقاد ہوگا خواہ وہ کہیں بھی مبعوث ہوئے ہوں اور پھر اعمال صالحہ کے لئے ان انبیاء کرام میں اس نبی[ش] کا نمونہ سامنے رکھنا پڑے گا جس کی

ش اُس نبی کا نمونہ: آج اگر انسان اپنی زندگی کو بنانا چاہتا ہے تو اس کی صرف دو شکلیں ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ پاکیزہ تعلیمات کو بذریعہ مطالعہ ذہن نشین کر کے اس پر عمل کیا جائے یا پھر کسی برگزیدہ نبی کی زندگی کو سامنے رکھکر اس کی ہر ہر قدم پر پیروی کی جائے۔ ان دونوں میں دوسری شکل نسبتاً آسان ہے لیکن ایک مشکل یہ ہے کہ از حضرت آدمؑ تا نبی کریمؐ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام میں سے کس کو نمونہ عمل بنا کر سامنے رکھا جائے جو حقیقتاً آئیڈیل لائف کا کام دے۔ اس سلسلے میں جہاں تک ہم تاریخ سے مدد طلب کرتے ہیں تو اس انتخاب کے لئے ہمیں چار باتوں پر غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تاکہ انتخاب میں غلطی نہ ہو اور وہ انتخاب صحیح معنی میں معیاری انتخاب ہو۔

انتخاب سیرت کے نقشہ میں ان چاروں مذکورۂ بالا باتوں میں سے پہلی بات ہے تاریخیت[ا] یعنی جس کامل و برگزیدہ ہستی کی ہم تقلید کرنا چاہتے ہیں اس کی زندگی کے حالات تاریخ کے معیار پر پورے اُترتے ہیں یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ حالات محض افسانوی رنگ کے ہوں اور ان کی اصلیت کچھ نہ ہو۔

کاملیت[۲] کا نمبر دوسرا ہے یعنی اس بزرگ ہستی کی زندگی کے ہر لمحہ کا علم ہونا تاکہ اس کی زندگی کا چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی نگاہوں سے اوجھل نہ رہنے پائے۔

جامعیت[۳] کی تلاش تیسرے نمبر کی چیز ہے یعنی یہ دیکھنا کہ مختلف طبقات انسانی کے مختلف انداز کی زندگیوں کو بنانے اور سنوارنے کے لئے جن فرائض و واجبات یا تعلقات و روابط کی ضرورت ہوتی ہے اُن سب کے نمونے اور مثالیں اس آئیڈیل زندگی کے نمونہ میں موجود ہیں یا نہیں۔

اسی طرح عملیت[۴] چوتھی کسوٹی ہے کسی کی بھی آئیڈیل زندگی کو پرکھنے کی یعنی جس کی پیروی کر کے ہم ایک بہتر انسان بننا چاہتے ہیں تو یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اُس بانی مذہب (باقی اگلے صفحہ پر)

زندگی حیاتِ انسانی کے لئے آئیڈیل لائف بننے کی صلاحیت رکھتی ہو اور طبقات انسانی کے ہر گروہ کے لئے نمونۂ عمل ہو اور ساتھ ہی ساتھ تاریخیت، کاملیت، جامعیت، نیز عملیت

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نے جو تعلیم پیش کی ہے اس پر اس نے خود بھی عمل کیا ہے یا نہیں؟ اور جو تعلیم پیش کی ہے وہ حالات حاضرہ کے تحت قابل عمل بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ کسی سیرت کے بہتر اور کامل ہونے کی دلیل اس کے اقوال، خیالات یا فلسفیانہ نظریئے نہیں ہوتے بلکہ اس کے کارنامے اور اعمال قابل تقلید ہوتے ہیں۔ اگر یہ معیار نظر انداز کر دیا جائے تو اچھے اور بُرے کی تمیز نہیں ہوسکتی اور اس طرح یہ دنیا صرف باتیں بنانے والوں کا مسکن ہو کر رہ جائے گی۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دنیا میں نیک اعمال دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) منفی (۲) اثباتی یا ایجابی مثلاً ایک شخص نے کسی کو مارا نہیں۔ کسی کو قتل نہیں کیا۔ کسی کے ساتھ کوئی بُرائی نہیں کی۔ کسی کا مال نہیں لوٹا اور نہ چوری کی، اپنے لئے گھر نہیں بنایا اور نہ کچھ جمع کیا یہ سب منفی خوبیاں اور نیکیاں ہیں جو عملی زندگی کے لئے بیکار۔ عملی زندگی کے لئے اصل خوبی تو یہ ہے کہ بیشک آپ نے کسی کو مارا نہیں لیکن کیا کسی غریب یا مظلوم کی مدد بھی کی یا ظلم سے بچایا بھی۔ کسی کو قتل نہیں کیا لیکن کسی کو قاتل سے بچایا بھی۔ کسی کا مال نہیں چھینا لیکن کسی محتاج کو کچھ دیا بھی۔ یہ سب اثباتی یا ایجابی خوبیاں ہیں اور انھیں کا نام "عمل" ہے۔

بہر حال سیرت سازی کے ان چار اصولوں پر ہر اُس محترم ہستی کی زندگی کو پرکھنے کی کوشش کیجئے کہ جس کی زندگی کو آپ آئیڈیل زندگی سمجھتے ہیں تو آپ کو کہیں نہ کہیں ضرور خلا محسوس ہوگا۔ ان کی سیرت پاک کو امتداد زمانہ نے محفوظ نہیں رکھا۔ اس سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام اور رشی منیوں کی زندگیاں ان کے عہد اور زمانہ میں ان خصوصیات سے خالی تھیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کی سیرتیں جو اُن کے بعد عام انسانوں تک پہونچیں یا جو آج بھی موجود ہیں وہ ان خصوصیات سے خالی ہیں اور ایسا ہونا مصلحت الٰہی کے مطابق تھا اس لئے کہ پروردگار عالم نے انھیں محدود زمانہ

کے معیار پر پوری اُترتی ہو۔ گورونانک جی کے متعلق نہایت وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے رب العالمین کے فرستادہ "رحمۃ للعالمین" جناب نبی کریم کی مبارک زندگی کو سامنے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور اپنی اپنی مخصوص قوموں کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا لیکن چونکہ جناب محمد رسول اللہؐ کو دنیا کی تمام قوموں کی اصلاح کے لئے قیامت تک کے لئے نمونۂ عمل بنا کر بھیجا گیا ہے اس لئے ان کی سیرت پاک کے ہر جزو کو ہر حیثیت سے ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے محفوظ کر دیا اور یہی وجہ ہے کہ آج ان کی زندگی کا کوئی مختصر سے مختصر زمانہ بھی ایسا نہیں ہے جو دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو۔ آئینہ کی طرح ہر چیز روشن ہے۔ زندگی کا ہر گوشہ خواہ وہ عبادات سے متعلق ہو خواہ معیشت و معاشرت سے، خواہ اخلاقیات سے خواہ معاملات سے، غرضیکہ اس کا تعلق رزم سے ہو یا بزم سے کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں ہے۔ آپ ہی کی اتباع کرنے کے لئے تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوموں کو ہدایت کی ہے جیسا کہ اس ناچیز کے اسی مضمون کے ابتداء میں ثابت کیا گیا ہے اور آپ کے بعد آپ ہی کی اتباع کر کے تمام پیر و فقیر اور درویش مراتب علیاء پر فائز ہوئے ہیں۔ شری گورو نانک جی کا شمار بھی انہیں مقدس بزرگوں میں ہے جو اللہ و رسول کے سچے عاشق و شیدائی تھے۔ بڑے خوش قسمت ہیں ہمارے وہ سکھ دوست جو گرو جی کی صحیح سیرت سے واقف ہو کر ان کی پیروی کریں اور وہ بھی اللہ و رسول کے سچے عاشق و شیدائی بن جائیں۔ آمین ثم آمین۔

لـه رحمۃ للعالمین: حضرت بابا نانک جی کی تعلیمات کو دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ وہ اس حقیقت سے یقیناً واقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اگر رب العالمین ہے تو اس کے حبیب پاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے وہ لوگوں سے پیار کر کے ان کے دلوں کو جیتیں گے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ آنحضورؐ نے مبعوث ہو کر ان تمام دشمنوں اور ظالموں کو جنھوں نے آپ پر مصائب کے پہاڑ ڈھائے تھے پیار و محبت کے ذریعے فتح پائی اور تمام آزار دینے والوں کو ہمیشہ دعائیں دیں۔ ایک مرتبہ جناب خبابؓ نے ناقابل برداشت مصائب پر آپ (باقی اگلے صفحہ پر)

رکھکر ہم ہندوستانیوں کو ایک دوسرے کے من کو اپنانے اور جیتنے کا درس دیا اور یہی ان کا مقصد حیات تھا کہ ہندو و مسلمان دونوں مل کر رہیں اور ایک مرکز پر جمع ہو جائیں۔ ذات، پات،

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سے بد دعا کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ "اے خبابؓ! میں اس دنیا کے لئے زحمت نہیں بلکہ رحمت بن کر آیا ہوں۔ بد دعا کے لئے نہیں بلکہ دعا کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ کلمۃ الحق کی خاطر پہلے لوگوں کو آرے سے چیر کر ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا ہے۔ فتح حق کی ہوگی تا آنکہ ایک شتر سوار صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا اور راہ میں اسے بجز خدا کے اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔"
(بخاری شریف ملاحظہ ہو)

آنحضورؐ کے رحمت للعالمین ہونے کی پیشین گوئیاں بڑی صراحت کے ساتھ تمام انبیاء کرامؑ اور رشی منیوں نے کی ہیں جو امتداد زمانہ کے باوجود اب بھی تمام مذاہب کی کتب مقدسہ میں موجود ہیں مثلاً:

(۱) "اے زرتشت اس کا نام "استوت تریتا" یعنی محمدؐ ہوگا وہ فاتح، مہربان اور رحمت مجسم ہوگا۔"
(ملاحظہ ہو ژندا وستا، فروردین لیشت ۲۸، آیتہ ۱۲۹ مترجمہ جیمس ڈارمیٹر)

(۲) "وُہوز دہوش شنشور" یعنی وہ ہوں گے رحمۃ للعالمین۔
(ملاحظہ ہو - نامہ ساسانِ اول)

(۳) پیشین گوئی از حضرت نوحؑ۔ "کمان بدلی میں نظر آئے گی" یعنی محمدؐ کی بعثت تمام دنیا کے لئے باعثِ رحمت ہوگی۔
(ملاحظہ ہو توریت کتاب پیدائش باب ۹ آیتہ ۱۴)

(۴) جناب مسیحؑ کی پیشین گوئی۔ "ابن آدم کا آنا ہوگا .... وغیرہ"
(متی ۲۴ : ۲۷)

(۵) "نراشنسہ" یعنی محمدؐ کی صفات حسنہ اور اخلاق عالیہ کے لئے ملاحظہ ہوں (باقی اگلے صفحہ پر)

چھوت، چھات اور اونچ نیچ دور ہوکر مساوات و اتحاد قائم ہو اور دوسرے کو محبت و وقعت کی نگاہ سے دیکھے اور اس کی خیرخواہی کا طلبگار ہو۔ کاش کہ ہمارے سکھ بھائی گوروجی کی تعلیم اور ان کے اصلاحی مقاصد کی جانب توجہ کریں تو وہ یقیناً مستقبل کو شاندار بنا سکتے ہیں اور ملک میں خداپرستی و یکجہتی کی فضا پیدا کر سکتے ہیں۔

وصال ۲۳ر اسوج (کارتک پورنماشی) سمبت بکرمی ۱۵۹۶ مطابق ۲۲ر ستمبر ۱۵۳۹ء کو آپ کا وصال ہوا۔ اس جہانِ فانی میں ۷۰ سال ۵ ماہ، یوم گذار کر اللہ کو عزیز ہوئے۔ آپ کے انتقال کے بعد ہندو اور مسلمانوں میں آپ کی آخری رسوم ادا کرنے پر اختلاف ہوا۔ آخر میں جب گروجی کا بستر اٹھایا گیا تو وہاں جسم نہیں ملا اس لئے آدھا بستر لے کر مسلمانوں نے قبر میں دفن کیا اور ہندوؤں نے آدھا بستر لے کر داہ سنسکار کیا۔ اس واقعہ کو پنڈت جوالا پرشاد گوڑ نے نظم کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: ؎

معتقد آپ کے تھے ہندو مسلماں اکثر — دیکھنے آئے دمِ مرگ کرامات نظر
جسم خاکی نہ رہا رہ گئی خالی چادر — ایک نے دفن کیا ایک نے پھونکا چادر
چادرہ پھاڑ کے تقسیم کیا دونوں نے — مرتبہ فقر کا تسلیم کیا دونوں نے

(بقیہ گذشتہ صفحہ) منترا تا ۱۴ دہ اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۷، نیز "نراشنسہ اور انتم رشی" مؤلفہ ڈاکٹر وید پرکاش ایم۔اے، دھرم شاستر آچاریہ الہ آباد یونیورسٹی۔

(۶) "اگنے وشوانر" یعنی تمام خوبیوں سے متصف رحمت للعالمین ماح رشی (محمدؐ)

(ملاحظہ ہو رگوید منڈل ۵ سوکت ۷، ۲ منتر ۱)

(۷) مہاتما گوتم بدھ نے بتایا کہ اس کا نام میتریہ ہوگا یعنی رحمت للعالمین کی صفت سے متصف ہوگا (ملاحظہ ہو Gospel of Buddha by Carus P217 بحوالہ نراشنسہ اور انتم رشی صفحہ ۵۲ از ڈاکٹر وید پرکاش ایم اے) ان کی طرف گورونانک جی نے آنے والی بزرگوں کو توجہ دلائی ہے کہ اگر تم نے ان کو جیت لیا تو گویا سارا جگ جیت لیا۔

اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمان کسی کو محض حسن عقیدت اور تعلق ومحبت کی وجہ سے اسلامی طریقہ سے دفن کرنا پسند نہیں کرتا جب تک کہ متوفی کا مسلمان ہونا اُسے یقینی طور پر معلوم نہ ہو جائے۔ اور تو اور وہ اپنے غیر مسلم والدین کو بھی دفن کرنا گوارا نہیں کرتا۔ اس لئے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ جو مسلمان ان کی تجہیز وتکفین اسلامی طریقہ پر کرنے پر مُصر تھے ان کو گرونانک جی نے کا مسلمان ہونا یقینی طور پر معلوم تھا۔ یہ محض جذباتی معاملہ نہ تھا۔

گورونانک جی کے بعد

گرونانک جی کی وفات ۲۲ ستمبر ۱۵۳۹ء کو ہوئی۔ ان کے دو صاحبزادے سری چند اور لکشمی چند تھے۔ آخرالذکر سیر وشکار اور دنیوی کاروبار میں منہمک ہو گئے اور اسی طرح ان کی اولاد بھی۔ سری چند البتہ اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلے۔ درویشی اختیار کی لیکن اپنے باپ کی جگہ گدی پر نہیں بیٹھے۔ اس طرح سجادگی کا حق گورونانک جی کے ایک خادم انگد (انگد) نامی کو پہونچا۔ سجادگی کا سلسلہ حسب ذیل ہے:

(۱) انگد (انگد) ۱۵۳۹ تا ۱۵۵۲ء، ۱۳ سال
(۲) امرداس ۱۵۵۲ تا ۱۵۷۴ء، ۲۲ سال
(۳) رام داس داماد امرداس ۱۵۷۴ تا ۱۵۸۱ء، ۷ سال
(۴) ارجن بن رامداس ۱۵۸۱ تا ۱۶۰۶ء، ۲۵ سال
(۵) ہرگوبند بن ارجن ۱۶۰۶ تا ۱۶۴۴ء، ۳۸ سال
(۶) ہررائے بن ہرگوبند ۱۶۴۴ تا ۱۶۶۱ء، ۱۷ سال
(۷) ہری کشن بن ہررائے ۱۶۶۱ تا ۱۶۶۴ء، ۳ سال
(۸) تیغ بہادر بن ہرگوبند ۱۶۶۴ تا ۱۶۷۵ء، ۱۱ سال
(۹) گورو گوبند بن تیغ بہادر ۱۶۷۵ تا ۱۷۰۸ء، ۳۳ سال

اس طرح گورو صاحبان کی کل تعداد دس ہے۔ بندہ بیراگی نے تیغ بہادر اور گورو گوبند کے لڑکوں کے انتقام لینے کے جذبہ سے مغلوب ہو کر قتل و غارتگری کا پیشہ اختیار کیا۔ آخر میں بعہد فرخ سیر اسلم خاں صوبیدار لاہور کو اس کی شورش کو فرو کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ آخر میں محبوس ہو کر دربار شاہی میں پیش کیا گیا اور عبرت ناک سزا تجویز کی گئی۔ اس موقع پر ایک درباری امیر محمد امین خاں اور بندہ بیراگی میں جو گفتگو ہوئی اس سے پتہ چلتا ہے کہ گرونانک جی کی اصلاحی تحریک نے قومی یکجہتی کے بجائے سیاسی تحریک کی نوعیت اختیار کر لی۔ جس کی ابتدا گورو تیغ بہادر کے عہد میں ہو چکی تھی۔ اس خطرہ کو شہنشاہ عالمگیر نے بہت پہلے محسوس کر لیا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جامع التواریخ ص ۲۵۰-۲۵۲ از قاضی فقیر محمد صاحبؒ نیز سیر المتاخرین جلد دوم ص ۴۰۱ تا ص ۴۰۳ مصنفہ سید غلام حسین حسنی طباطبائی)

اورنگ زیب کی دوررس نگاہیں اس حقیقت کو پہچان گئی تھیں کہ وحدتِ مذاہب کا نظریہ عقلاً اسی وقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب تمام مذاہب اصولی تعلیمات میں متحد ہوں۔ بہت سے بزرگوں نے تبلیغ دین کے لئے مختلف تنظیمیں قائم کیں جو بعد میں ایک علیحدہ گروہ بن گئیں اور حکومت وقت کے لئے فتنہ ثابت ہوئیں۔ عالمگیر نے شاید اپنے نورِ ایمانی اور بصیرتِ عملی سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ صحیح علم کے بغیر روحانی جذب و کشش اور سحر بیانی محض جذبات کے ابھار دینے سے کام نہیں چلتا جب تک کہ صحیح ایمان نہ ہو اور عقیدہ راسخ نہ ہو اس لئے کہ اعمالِ صالحہ سے ایمان صحیح کا درجہ مقدم ہے۔ عالمگیر کے دور میں اس تحریک سے جذبات کس حد تک ابھر چکے تھے اس کا اندازہ گورو تیغ بہادر کو حراست میں رکھنے اور حافظ آدم بنوریؒ کو ملک بدر کرنے کے وجوہ پر غور کرنے سے لگایا جا سکتا ہے۔ دونوں کے پنجاب میں بکثرت مرید تھے۔ حافظ آدم بنوریؒ خلیفہ تھے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے۔ مولوی نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی کے بقول ان کے خلفاء کی تعداد سو اور مریدین ایک لاکھ سے زائد تھے (ملاحظہ ہو رسالہ الفرقان بریلی مجدد نمبر ص ۳۳۶)

مولانا محمد حسن نقشبندی مجددی مریدین کی تعداد چار لاکھ بتاتے ہیں اور خلفاء کی تعداد ایک ہزار (ملاحظہ ہو مشائخ نقشبندیہ و مجددیہ ص۲۱۲ بحوالہ بابا نانک شاہ ص۴۸ تا ص۵۰) شہنشاہ عالمگیر خود بھی اور اس کے باپ دادے بھی خاندان مجددیہ سے وابستہ اور آستانۂ عالیہ کے خدام تھے لیکن اس وابستگی کے باوجود آسے مجبوراً حافظ آدم بنوریؒ کو ملک بدر کرنا پڑا جبکہ بمقام مدینہ منورہ ۱۰۵۳ھ میں ان کا وصال ہو گیا۔ عالمگیر کو یہ سخت قدم کیوں اٹھانا پڑا؟ اُسے واقعہ نگاروں نے مطلع کیا کہ گورو تیغ بہادر اور حافظ آدم بنوری دونوں نے مریدوں کی ایک بڑی تعداد کو ساتھ لے کر یہ رویہ اختیار کیا ہے کہ گروجی ہندوؤں اور حافظ جی مسلمانوں سے جبر و تعدی کے ساتھ مال لیتے پھرتے ہیں مبادا ان کا اقتدار بڑھ جائے اور حکومت کے لئے خطرہ بن جائیں چنانچہ متوقع شورش و بغاوت کو دبانے اور ممالک محروسہ میں امن قائم رکھنے کے لئے احتیاطاً سختی برتنا پڑی۔ اس مشترک تحریک کا مقصد جو کچھ بھی ہو لیکن تھی بہرحال خطرناک۔ ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے ہر حکومت کو پیش بندی کرنے کا حق ہے مثلاً موجودہ دور میں کانگریسی جمہوری حکومت کی آنند مارگ، بال یوگیشور، ہرے رام ہرے کرشن وغیرہ تنظیموں پر کڑی نظر ہے۔

المختصر بعض سیاسی حالات کی بنا پر اورنگ زیب کو سخت قدم اٹھانا پڑا ورنہ جہاں تک مذہب کا تعلق ہے وہ اپنے آباء و اجداد کے مسلک پر قائم رہا۔ گورو ہرگوبند کی داراشکوہ بڑی عزت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب گروجی نے ایک امیر مخلص خاں کو قتل کر دیا تو شاہجہاں کے غصہ کو داراشکوہ نے فرو کیا۔ اکبر بادشاہ نے امرت سر کے گوردوارہ کو ۵۰۰ بیگھہ آراضی بطور جاگیر عطا فرمائی کہ جس کی بنیاد میاں میرؒ کے مبارک ہاتھوں سے گورو رامداس نے رکھوائی تھی۔ اورنگ زیب کے عہد میں جب گورو گوبند سنگھ نے شورش برپا کی اور ضلع لودھیانہ میں اپنے استاد قاضی پیر محمد کے یہاں پناہ لی اور آخر میں مجبور ہو کر فارسی نظم میں عرضی لکھ کر اورنگ زیب سے معافی کے خواستگار ہوئے تو اس نے نہ صرف معاف کر دیا بلکہ دربار

میں قیام پذیر ہونے کے خرچ اخراجات نیز گوردوارہ کے لئے جاگیر دی۔ اس کے بعد گورو گوبند جی آخر تک اورنگ زیب کے ساتھ رہے اور دکن میں جاکر ناندیڑ کو مستقر بنایا۔ آج بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے مسلمان اور سکھ بھائی اپنی پرانی تاریخ کو اس کے اصلی روپ میں دیکھیں۔ ایک سکھ مورخ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ "ایسٹ انڈیا کمپنی" اور "سب سی ڈیری سسٹم" (عہد معاونت) کے ماتحت سکھ سرداروں نے سیاسی زمانہ کی ضرورت کے مطابق سکھ اتہاس تیار کروایا جو سکھوں میں رائج ہو گیا اور اسی کو نادان سکھوں نے صحیح مان لیا۔" (ملاحظہ ہو سکھ اتہاس، انشٹ کیوں ہوا صے ۴۴ ؛ تاریخ پنجاب مصنفہ رائے بہادر کنہیالال؛ رسالہ رئیس ہند کپورتھلہ گولڈن جوبلی نمبر ۱۹۳۷ء؛ اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۵۵ء)

اُمید ہے کہ اصحابِ فہم وادراک اور اربابِ حل وعقد تاریخ کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ میرے خیال میں تو جس طرح انگریز کی سیاست نے اورنگ زیب عالمگیر کی حکومت کو غلط رنگ و روپ دیا ٹھیک اسی طرح اس نے اپنی سعی و کوشش سے اس مذہبی تحریک کو بھی غلط رنگ و روپ دیا اور بالکل رنگ بدل ڈالا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بانی سکھ مت شری گورونانک جی کو مذہبی پیشوا بھی مانا جائے لیکن آپ کی تعلیمات پر کما حقہٗ عمل نہ کیا جائے۔ یہ تو بالکل عقل و فہم کے خلاف بات ہے۔ جبکہ ساری اسلامی تعلیمات گروگرنتھ صاحب میں موجود ہیں تو لامحالہ ان کا پھیلانا اور عام کرنا سکھ دھرم میں شامل ہے جس کو بابا نانک جی ہندوستان میں پھیلانا چاہتے تھے۔ گورونانک جی کے مقاصد کو دو اہم حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو ان کی امتیازی شان کو واضح کرتے ہیں:

(۱) ہندوستان میں تمام فرقوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا کرنا۔ ان کے عقائد و نظریات اور اعمال و کردار میں یکسانیت پیدا کرنا تاکہ ہر انسان ایک دوسرے کو محبت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے اور رنگ و نسل نیز ذات پات کے امتیازات کو بھول جائے اور شرف و مجد کی بنیاد پیشہ کی بجائے صالح اعمال پر رکھے۔

(۴) آپ کا دوسرا اہم مقصد یہ تھا کہ خالص توحید اور خالص خدا پرستی کی لوگوں کو دعوت دی جائے تاکہ وہ اپنے اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت کو پہچانیں اور شرک و بت پرستی سے دور رہیں۔ غرضیکہ یہ دو ممتاز خصوصیات ہیں جو گرو جی کی تعلیم میں نظر آتی ہیں۔ انھیں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ اُمید ہے کہ ہمارے سکھ دوست اس ناچیز کے معروضات پر سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں گے۔ جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ بر بنائے خلوص و محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے بجاہ سید المرسلینؐ۔ آمین۔

وَمَا علینا الا البلاغ

عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان

تالیف، جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق پروفیسر عربی دلی یونیورسٹی

اردو زبان میں پرانے ہندوستان کے تمدن، مذہب اور علوم کے بارے میں اب تک عربی تحریروں کا تفصیلی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ نہیں لیا گیا تھا۔ تھوڑا بہت اگر کچھ ہوا بھی تھا تو اس کی حیثیت ادھورے غلط تراجم اور خلاصوں تک ہی محدود تھی۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اہتمام کے ساتھ پرانے ہندوستان (سلطان محمود غزنوی سے پہلے) یعنی نویں، دسویں صدی عیسوی میں ہندوستان کے مذہب، تمدن، علوم، تاریخ اور تجارت وغیرہ سے متعلق امور کا عرب مؤلفین کی تحریروں اور بیانات کی روشنی میں تعارف کرایا ہے۔ ہندی عبارتوں میں ہندی نام جو مسخ و محرف ہو گئے تھے تاریخی شہادتوں، قرائن اور دیگر ممکن طریقوں سے تصحیح بھی کی گئی ہے۔ صفحات ۳۳۶۔ قیمت ۱۱/-

ملنے کا پتہ: ندوۃ المصنفین، اردو بازار، جامع مسجد دہلی